فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اللہ کہاں ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ اس کی کیفیت کا علم اللہ کے پاس ہے۔

❀ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْتِقَادُ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ مِنْ غَيْرِ مُمَاسَّةٍ .

''اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش سے اوپر ہے، وہ (عرش سے) ملا ہوا نہیں ہے۔''

(الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 188)

سوال: کیا بے وضو شخص قرآن کریم کو پکڑ سکتا ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کو بے وضو ہاتھ میں پکڑ کر تلاوت کرنا درست نہیں۔ سلف صالحین نے قرآن وسنت کی نصوص سے یہی سمجھا ہے۔ قرآن وسنت کا وہی فہم معتبر ہے جو اسلافِ امت نے لیا ہے۔ مسلک اہل حدیث اسی کا نام ہے۔ آیئے تفصیل ملاحظہ فرمایئے:

❀ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفُقَهَاءُ مُجْمِعُونَ عَلٰى أَنَّ مَسَّ الْمُحْدِثِ إِيَّاهُ لَا يَجُوزُ .

''فقہا کا اجماع ہے کہ بے وضو شخص کا مصحف کو چھونا جائز نہیں۔''

(الرّدّ علی من أنکر الحرف والصّوت، ص 308)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ فُقَهَاءُ الْأَمْصَارِ الَّذِينَ تَدُورُ عَلَيْهِمُ الْفَتْوٰى وَعَلٰى أَصْحَابِهِمْ بِأَنَّ الْمُصْحَفَ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الطَّاهِرُ.

''تمام علاقوں کے فقہا اور ان کے اصحاب، جن کا فتویٰ چلتا ہے، کا اجماع ہے کہ مصحف کو صرف باوضو آدمی چھوئے۔''

(الاستذکار: 472/2)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا طَاهِرٌ يَعْنِي طَاهِرًا مِّنَ الْحَدَثَيْنِ جَمِيعًا، رُوِيَ هٰذَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْحَسَنِ وَعَطَاءٍ وَّطَاوُسٍ وَالشَّعْبِيِّ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ، وَلَا نَعْلَمُ مُخَالِفًا لَهُمْ إِلَّا دَاوُدَ.

''مصحف کو وہی شخص چھوئے، جو دونوں حدثوں سے پاک ہو۔ یہ بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، شعبی اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے مروی ہے، نیز امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ اور اصحاب رائے کا بھی یہی موقف ہے، ہمارے علم کے مطابق ان کی مخالفت صرف داؤد ظاہری رحمہ اللہ نے کی ہے (داؤد ظاہری رحمہ اللہ کی مخالفت اجماع کے لیے مضر نہیں)۔''

(المُغني: 108/1)

① ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾(الواقعة : ٧٩)

''اس (قرآنِ کریم) کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں پاک لوگوں سے مراد اگرچہ فرشتے ہیں، لیکن اشارۃ النص سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان بھی پاک ہوکر ہی اسے چھوئیں۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''یہ ایک قسم کی تنبیہ اور اشارہ ہے کہ جب آسمان میں موجود صحیفوں کو صرف پاک فرشتے ہی چھوتے ہیں، تو ہمارے پاس جو قرآن ہے، اسے بھی صرف پاک لوگ ہاتھوں میں لیں۔''

(التبيان في أقسام القرآن لابن القيّم، ص 338)

✿ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''ضمیر یا تو قرآنِ کریم کی طرف لوٹے گی یا لوحِ محفوظ کی طرف۔ اگر قرآنِ کریم کی طرف لوٹے تو مراد یہ ہے کہ لوگ اسے طہارت کی حالت میں ہی ہاتھ لگائیں۔ اگر لوحِ محفوظ کی طرف ضمیر لوٹے تو ''لا'' نفی کے لیے ہوگا اور پاک لوگوں سے مراد فرشتے ہوں گے۔ حدیثِ نبوی نے بتا دیا ہے کہ پہلی بات ہی راجح ہے۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کو کریم بھی کہا گیا ہے اور اس کا لوحِ محفوظ میں ہونا ثابت بھی کیا گیا ہے، اس طرح نہ چھونے کے حکم کا اطلاق قرآن کریم کی دونوں حالتوں (لوحِ محفوظ اور زمینی مصحف) پر ہوگا۔''

(تحفة الأحوذي لمحمّد عبد الرحمٰن المباركفوري :137/1)

④ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ .

''آپ رضی اللہ عنہ قرآنِ کریم کو صرف طہارت کی حالت میں چھوتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 321/2، وسندهٗ صحيحٌ)

③ مصعب بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أُمْسِكُ الْمُصْحَفَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَاحْتَكَكْتُ، فَقَالَ لِي سَعْدٌ : لَعَلَّكَ مَسِسْتَ ذَكَرَكَ ؟، قَال : قُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : فَقُمْ، فَتَوَضَّأْ، فَقُمْتُ، فَتَوَضَّأْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ .

''میں اپنے والد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس قرآنِ کریم کا نسخہ پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے جسم پر خارش کی۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے اپنی شرمگاہ کو چھوا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، تو انہوں نے فرمایا: جایئے اور وضو کیجئے۔ میں نے وضو کیا، پھر واپس آیا۔''

(الموطّا للإمام مالك :42/1، وسندهٗ صحيحٌ)

④ غالب ابوہذیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَنِي أَبُو رَزِينٍ (مَسْعُودُ بْنُ مَالِكٍ) أَنْ أَفْتَحَ الْمُصْحَفَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ، فَسَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ، فَكَرِهَهٗ .

''مجھے ابورزین مسعود بن مالک اسدی رحمہ اللہ نے بغیر وضو مصحف کو کھولنے کا کہا تو میں نے اس بارے میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے سوال کیا۔ انہوں نے اسے

مکروہ جانا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 321/2، وسندهٗ حسنٌ)

⑤ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ أَنْ يَمَسَّ الْمُصْحَفَ، وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ .

''امام سفیان (ثوری) رحمہ اللہ بغیر وضو مصحف کو چھونا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(كتاب المَصاحف لابن أبي داوٗد : 740، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥، ⑦ حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان سے بے وضو انسان کے قرآنِ کریم کو پکڑنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو اُن کا فتویٰ تھا:

إِذَا كَانَ فِي عِلَاقَةٍ، فَلَا بَأْسَ بِهٖ .

''جب قرآنِ کریم غلاف میں ہو، تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(كتاب المصاحف لابن أبي داوٗد : 762، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ بغیر غلاف کے بے وضو چھونا ان ائمہ کے ہاں بھی درست نہیں۔

⑧ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَحْمِلُ الْمُصْحَفَ بِعِلَاقَتِهٖ، وَلَا عَلٰى وِسَادَةٍ أَحَدٌ إِلَّا وَهُو طَاهِرٌ .

''قرآنِ پاک کو غلاف کے ساتھ یا تکیے پر رکھ کر بھی کوئی پاک شخص ہی اٹھائے۔''

(الموطّا : 199/1)

⑨۔⑪ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف تھا۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بہت سے اہل علم صحابہ وتابعین کا یہی کہنا ہے کہ بے وضو آدمی قرآنِ کریم کی زبانی تلاوت تو کرسکتا ہے، لیکن مصحف سے تلاوت صرف طہارت کی حالت میں کرے۔امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 146)

❁ علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک جمہور فقہا کا قول راجح ہے۔قرآنِ کریم کی تعظیم واکرام بھی اسی کا متقاضی ہے۔اس حدیث میں طاہر کے لفظ کا متبادر معنی وضو والا شخص ہی ہے اور باوضو شخص کامل طاہر ہوتا ہے، واللہ اعلم!''

(تحفة الأحوذي :1/137)

الحاصل:

قرآنِ کریم کو بغیر وضو زبانی پڑھا جاسکتا ہے لیکن بے وضو شخص ہاتھ میں پکڑ کر اس کی تلاوت نہیں کرسکتا۔یہی قول راجح ہے کیونکہ سلف صالحین کی تصریحات کی روشنی میں قرآن وسنت کی نصوص سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

(سوال): کیا ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کا اپنے والد ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ہے؟

(جواب): ابوعبیدہ کا اپنے والد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ أَبَاهُ، وَلَمْ يُدْرِكْهُ بِاتِّفَاقِهِمْ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا، نہ ان کا

زمانہ پایاہے۔''

(خلاصة الأحكام :436/1)

سوال: ابوصالح باذام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابوصالح باذام جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف اور مختلط ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْأَكْثَرُونَ : لَا يُحْتَجُّ بِهِ .

''اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ ابوصالح باذام سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(البدر المنير : 349/5)

سوال: تین دن سے پہلے قرآن کریم مکمل کرنا کیسا ہے؟

جواب: تین دن سے پہلے قرآن کریم مکمل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تلاوت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

❀ شارح سنن ترمذی، علامہ محمد عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ تَتَبَّعْتَ تَرَاجِمَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ؛ لَوَجَدْتَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَءُ ونَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ، فَالظَّاهِرُ أَنَّ هَؤُلَاءِ الْأَعْلَامَ لَمْ يَحْمِلُوا النَّهْيَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ عَلَى التَّحْرِيمِ .

''اگر آپ ائمہ حدیث کی سیرت کی ورق گردانی کریں گے، تو آپ کو ان میں بہت سے ایسے ائمہ ملیں گے، جو تین دنوں سے پہلے قرآنِ کریم کی قرأت مکمل کرلیا کرتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کبار محدثین تین دن سے پہلے

قرآن کی تکمیل کے بارے میں وارد ہونے والی ممانعت کو تحریمی نہیں سمجھتے تھے۔''

(تحفة الأحوذي : 63/4)

لیکن تکمیل کی جو بھی صورت ہو، آدابِ تلاوت کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلتَّرْتِيلُ فِي الْقِرَاءَةِ أَحَبُّ إِلَى أَهْلِ الْعِلْمِ .

''قرأت میں ترتیل اہل علم کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 2946)

سوال: تلبینہ کیا ہے؟

جواب: تلبینہ ایک کھانا ہے، جو دودھ، آٹا، کھجور اور شہد وغیرہ کو پکا کر بنایا جاتا ہے۔ تلبینہ فرحت بخش چیز ہے۔

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلتَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ .

''تلبینہ مریض کے دل کو فرحت بخشا ہے اور حزن وملال کو دور کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 5417، صحيح مسلم : 2216)

سوال: رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اہل سنت الجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ روز آخرت اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ قرآن، احادیث اور امت کا اجماع اس پر دلیل ہے۔

علامہ ابن الفرس رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا وُقُوعُ الرُّؤْيَةِ فَأَهْلُ السُّنَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّهٗ تَعَالٰى يُرٰى فِي الْآخِرَةِ .

''اہل سنت کا اتفاق کا ہے کہ روز آخرت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔''

(أحكام القرآن : 13/3)

سوال: کیا قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہے؟

جواب: قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہے۔ یہ علاج ہے، اس سے منع نہیں کیا گیا، جس طرح دَم جائز ہے، اسی طرح تعویذ بھی جائز ہے۔ دَم اور تعویذ میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح دَم شرکیہ ہوتا ہے، اسی طرح تعویذ بھی شرکیہ ہوتے ہیں، جن کے متعلق احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَيْسَتِ التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهِ بَعْدَ الْبَلَاءِ إِنَّمَا التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهِ قَبْلَ الْبَلَاءِ .

''جو (قرآنی تعویذ) بیماری واقع ہونے کے بعد لٹکایا جائے، وہ (ممنوع) تمیمہ نہیں، البتہ (ممنوع) تمیمہ وہ ہے، جو بیماری واقع ہونے سے پہلے (سیپی وغیرہ کی صورت میں) لٹکایا جائے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 325/4، المُستدرك للحاكم : 217/4، واللفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس اثر کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ بیماری کے واقع ہونے کے بعد بطور علاج اگر (قرآنی) تعویذ لٹکالیا جائے، تو یہ ممنوع تمیمہ نہیں، جس کی ممانعت مختلف احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اس سے مراد وہ ڈوری اور دھاگہ ہے، جو نظر بد سے بچنے کے لیے باندھی جاتی ہے، یا وہ سیپیاں مراد ہیں، جو حصول شفا کے لیے لٹکائی جاتی ہیں یا وہ جاہلی تعویذ مراد ہیں،

جن پر شیاطین کے نام درج ہوتے تھے یا ایسے تعویذ مراد ہیں، جو مبہم کلام پر مشتمل ہوں۔

❀ ابو جعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَكْتُبَ الْقُرْآنَ فِي أَدِيمٍ ثُمَّ يُعَلِّقُهٗ .

''آپ رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص قرآنی آیات لکھ کر چمڑے میں باندھ کر لٹکا لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 38/8، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ رَأَى فِي عَضُدِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ خَيْطًا .

''آپ رحمہ اللہ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ کے بازو میں دھاگا دیکھا (جس سے تعویذ باندھا ہوا تھا)۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 39/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نافع بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَأَلَ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنِ الرُّقٰى وَتَعْلِيقِ الْكُتُبِ، فَقَالَ : كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَأْمُرُ بِتَعْلِيقِ الْقُرْآنِ وَقَالَ : لَا بَأْسَ بِهٖ .

''میں نے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے دم اور تعویذ لٹکانے کے متعلق سوال کیا، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: سعید بن مسیّب رحمہ اللہ قرآنی تعویذ لٹکانے کا حکم دیتے تھے، نیز فرمایا کرتے تھے: اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 351/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔

(النّفَقَة على العِيال لابن أبي الدّنيا : 665، وسندهٗ حسنٌ)

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ایسی حائضہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا، جس کے گلے میں تعویذ ہے، فرمایا:

إِنْ كَانَ فِي أَدِيمٍ فَلْتَنْزِعْهُ وَإِنْ كَانَ فِي قَصَبَةٍ مُصَاغَةٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَلَا بَأْسَ إِنْ شَاءَتْ وَضَعَتْ، وَإِنْ شَاءَتْ لَمْ تَفْعَلْ.

''اگر وہ (قرآنی) تعویذ کسی چمڑے میں ہے، تو وہ (دورانِ حیض) اسے اُتار دے اور اگر لکڑی میں (سوراخ کر کے رکھا گیا) ہے اور اسے چاندی کے ساتھ بند کر دیا گیا ہے، تو اس کی مرضی پر ہے، خواہ اُتار دے، خواہ نہ اُتارے، ہر صورت جائز ہے۔''

(سنن الدّارمي : 1212، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علی بن حسن بن شقیق رحمہ اللہ ایک آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

يُكْتَبُ فِي كَاغَدَةٍ فَيُعَلَّقُ عَلٰى عَضُدِ الْمَرْأَةِ.

''اسے ایک کاغذ میں لکھ کر عورت کے بازو سے باندھ دیا جائے۔''

(مَجموع الفتاویٰ لابن تيمية : 65/19، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلَى ابْنٍ لِأَحْمَدَ، وَهُوَ صَغِيرٌ تَمِيمَةً فِي رَقَبَتِهٖ فِي أَدِيمٍ.

''میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک چھوٹے بیٹے کو دیکھا کہ اس کے گلے میں چمڑے کا تعویذ لٹکا ہوا تھا۔''

(مسائل أبي داود : 1670)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ أَنْ يَكْتُبَ لِلْمُصَابِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمَرْضٰى شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَذِكْرِهِ بِالْمِدَادِ الْمُبَاحِ وَيُغْسَلُ وَيُسْقٰى كَمَا نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ أَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ.

''مصیبت زدہ یا کسی بھی مریض کے لیے قرآنی آیات یا اللہ کے ذکر پر مبنی کلمات کو مباح چیز سے تحریر کرنا اور اسے دھو کر مریض کو پلا دینا جائز ہے۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے۔''

(مجموع الفتاوی: 64/19)

❁ علامہ خازن حنفی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرُّقٰى وَالتَّعَاوِيذُ فَقَدِ اتَّفَقَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى جَوَازِ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ بِآيَاتٍ مِّنَ الْقُرْآنِ، أَوْ إِذْ كَانَتْ وَرَدَتْ فِي الْحَدِيثِ.

''اگر دم اور تعویذ قرآن آیات پر مشتمل ہو یا حدیث سے ثابت ہو، تو اس کے جواز پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔''

(تفسیر الخازن: 501/4)

سوال: مصنوعی طریقۂ تولید کا کیا حکم ہے؟

جواب: مصنوعی طریقۂ تولید کی دور حاضر میں سات صورتیں ہیں۔

① شوہر اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

② غیر مرد اور بیوی کا مادہ تولید بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

③ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر کسی غیر عورت کے رحم میں رکھا جائے۔

④ غیر مرد اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑤ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر دوسری بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑥ شوہر اور بیوی کا مادۂ تولید افزائش کے لئے ٹیوب میں رکھا جائے، اس کے بعد بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔ رحم مادر میں ارتقائی مراحل سے گزرے اور بچہ پیدا ہو جائے، اس طریقہ تولید کو طبی اصطلاح میں (Test tube fertilization) کہا جاتا ہے۔

⑦ شوہر کا مادہ تولید سرنج کے ذریعہ بیوی کی رحم تک پہنچا دیا جائے۔

پہلی پانچ صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔ ان میں کئی شرعی قباحتیں موجود ہیں۔

آخری دو صورتیں کو مرض اور عذر کی بنا پر بالکل درست اور جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ بچہ باپ کا جزو ہوتا ہے۔ لیکن باپ کی طرف نسبت کے لئے شرط ہے کہ نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہو، یہی وجہ ہے کہ بیوی کی ناجائز اولاد زانی یا خاوند کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ گویا دو جہ سے بچے کی نسبت باپ کی طرف ہو سکتی ہے۔

① وجود کا حصہ ہونا

② نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہونا

اس سائنسی طریقہ علاج میں یہ دونوں وجوہات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی نسبت ماں باپ کی طرف درست ہوگی۔

مناسب ہوگا کہ مسئلہ رضاعت کو اس کی دلیل بنالیا جائے، رضاعت کے رشتے دودھ کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں، بچہ ایک عورت کا دودھ پیتا ہے اور وہ بچے کا جزو بدن بنتا ہے، اس دودھ میں رضاعی باپ کے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، اسی لئے باپ کی طرف بھی نسبت رضاعت قائم ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ رضاعی باپ بن جاتا ہے۔

بے بی ٹیسٹ ٹیوب جو کہ ایک انسان کا اپنا نطفہ ہے اور بچے نے پرورش بھی اس کی بیوی کے رحم میں پائی ہے، شریعت کی دونوں قیود نکاح شرعی اور ماں باپ کے وجود کا حصہ ہونا، اس میں موجود ہیں، لہٰذا اس طریقہ میں کوئی قباحت نہیں۔

طریقہ علاج توقیفی نہیں ہوتا، جو بھی بہتر ہو اپنایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اصول شریعت سے متصادم نہ ہو، ٹیسٹ ٹیوب بے بی چوں کہ اصول شریعت سے ممنوع نہیں لہٰذا اس سے پیدا ہونے والا بچہ حلال اور صحیح النسب ہوگا۔

سائنسی طریقہ تولید کے صحیح ہونے پر ایک اور دلیل ملاحظہ ہو:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے،

اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تا وقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔''

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

جبکہ بے بی ٹیسٹ ٹیوب باپ کے بستر پر پیدا ہوتا ہے، نطفہ بھی اسی کا ہوتا ہے، تو اس کی نسبت کیوں کر نہ درست ہو گی؟

بیسیوں چیزیں، جو فطرت سے ہٹ کر ہیں، مثلاً آپریشن کے ذریعے بچے کی پیدائش، بچے کو حقیقی ماں کی بجائے دوسری ماں کا دودھ پلانا، بچے کی پرورش گائے، بکری یا ڈبے کے دودھ پر کرنا وغیرہ۔ ہم انہیں جائز کہتے ہیں، لہٰذا عذر کی وجہ سے سائنسی طریقہ تولید کو اختیار کرنا فطرت سے ہرگز بغاوت نہیں، بلکہ بہترین طریقہ علاج ہے۔

سوال: بعض لوگ اجناس کو منڈی میں داخل ہونے سے پہلے ہی خرید لیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بعض لوگ باہر یا دیہات سے آنے والے تجارتی قافلوں کو منڈی میں داخل ہونے سے پہلے ہی مل لیتے ہیں، ان سے منڈی کے بھاؤ سے سستا سامان خرید لیتے ہیں، پھر منڈی میں اپنی مرضی سے بھاؤ مقرر کر دیتے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں اسے تَلَقِّي بِالرُّكْبَانِ کہتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے اس سے منع کیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُلَقَّى السِّلَعُ حَتّٰى تَدْخُلَ الْأَسْوَاقَ .

''رسول اللہ ﷺ نے بازار پہنچنے سے پہلے تجارتی قافلے سے سامان خریدنا ممنوع قرار دیا ہے۔''

(صحیح البخاري : 2165 ، صحیح مسلم : 1412 ، المنتقى لابن الجارود : 572)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ .

''کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے۔''

(صحیح البخاري : 2160 ، صحیح مسلم : 1520 ، المنتقى لابن الجارود : 573)

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يُصِيبُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ .

''کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے، لوگوں کو چھوڑ دو کہ وہ ایک دوسرے سے (فائدہ) حاصل کریں۔''

(صحیح مسلم : 1522 ، المنتقى لابن الجارود : 574)

سوال: سیدنا داؤد علیہ السلام کی رات کی نماز کیسی تھی؟

جواب: سیدنا داؤد علیہ السلام کی تہجد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول ﷺ نے فرمایا:

أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ، صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ

ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا .

''اللہ کو سب سے محبوب نماز داود علیہ السلام کی ہے، محبوب روزے بھی داوَد علیہ السلام کے ہیں۔ آپ علیہ السلام آدھی رات سوتے، پھر تہائی رات قیام کرتے، اور پھر دو تہائی رات سو جاتے۔ نیز ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔''

(صحیح البخاري: 1131؛ صحیح مسلم: 181/1159)

سوال: کیا تراویح اور تہجد ایک ساتھ پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: ائمہ محدثین کے نزدیک نماز تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں، یہ ایک نماز کے دو نام ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ تراویح اور تہجد دونوں علیحدہ نمازیں ہیں۔ تو ان کی یہ بات محل نظر ہے۔

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُ صَلَّى التَّرَاوِيحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلٰى حِدَةٍ فِي رَمَضَانَ، بَلْ طَوَّلَ التَّرَاوِيحَ، وَبَيْنَ التَّرَاوِيحِ وَالتَّهَجُّدِ فِي عَهْدِهٖ لَمْ يَكُنْ فَرْقٌ فِي الرَّكْعَاتِ، بَلْ فِي الْوَقْتِ وَالصِّفَةِ، أَيِ التَّرَاوِيحَ تَكُونُ بِالْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ بِخِلَافِ التَّهَجُّدِ، وَإِنَّ الشُّرُوعَ فِي التَّرَاوِيحِ يَكُونُ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَفِي التَّهَجُّدِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ .

''ایسی کوئی روایت ثابت نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز تہجد اور تراویح الگ الگ پڑھی ہوں، بلکہ عہد رسالت میں رکعات کے اعتبار سے تراویح اور تہجد میں کوئی فرق نہیں تھا، البتہ وقت اور طریقے میں کچھ فرق تھا کہ

تہجد کے برعکس تراویح مسجد میں باجماعت ادا کی جاتی تھی۔اسی طرح تراویح رات کے اول حصے میں پڑھی جاتی تھی اور نماز تہجد رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی تھی۔''

(العَرف الشّذي :1/166)

(سوال): قعدۂ اخیرہ میں تورک کا کیا حکم ہے؟

(جواب): آخری تشہد میں تورک جائز اور مشروع ہے، حدیث کے عمومی دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

(سوال): کن اُمور میں دائیں طرف کو اختیار کرنا چاہیے؟

(جواب): تمام عمدہ اُمور میں دائیں جانب کو اختیار کرنا چاہیے، مثلاً کھانے، پینے، وضو، غسل، جوتا، کپڑا پہنتے وقت، کوئی چیز دینے یا پکڑنے کے وقت، وغیرہ وغیرہ۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ، فِي تَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کنگھی کرنے، جوتا پہننے، وضو کرنے یا کوئی سا بھی کام سر انجام دینے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا پسند تھا۔''

(صحيح البخاري : 168؛ صحيح مسلم : 268)

❁ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا سِوَى ذَلِكَ .

''نبی کریم ﷺ کھانے پینے اور پہننے میں دایاں ہاتھ استعمال کرتے اور دوسرے کاموں کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرتے۔''

(سنن أبي داود : 32؛ وسندهٔ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (109/4) نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: تیمّم کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پاک پانی میسر نہ ہوئے، یا بیماری اور عذر کی وجہ سے پانی استعمال کرنا ممکن نہ ہو، تو وضو اور غسل کے لیے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو (دیکھا) ایک آدمی الگ بیٹھا تھا، جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: فلاں! آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی؟ کہنے لگے: اللہ کے رسول! میں جنبی ہو گیا ہوں اور پانی دستیاب نہیں، فرمایا: مٹی استعمال کر لیں، یہی کافی ہے۔''

(صحيح البخاري : 344، صحيح مسلم : 682، المنتقى لابن الجارود : 122)

❀ عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ایک آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: میں جنبی ہوں، پانی نہیں ملا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز ہی نہ پڑھیے، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین! یاد نہیں، جب میں اور آپ ایک قافلہ میں (سفر کر رہے) تھے؟ ہم جنبی ہو گئے اور پانی نہ ملا، آپ نے نماز نہ پڑھی، مگر میں نے (جانوروں کی

طرح) زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: آپ کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے، پھر پھونک مار کر اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں پر مل لیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: عمار! اللہ سے ڈریے! سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر آپ چاہتے ہیں، تو میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا۔

حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رحمہ اللہ نے مجھے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے، نیز حکم والی سند میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنی بیان کردہ روایت کے خود ذمہ دار ہیں۔''

(صحيح البخاري : 339، صحيح مسلم : 112/368، المنتقى لابن الجارود : 125)

سوال: کن چیزوں سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جن چیزوں کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، انہیں سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمّم وضو اور غسل کا بدل ہے۔

سوال: کیا تیمّم میں نیت شرط ہے؟

جواب: ہر مشروع عمل کے لیے نیت شرط ہے، تیمّم کے لیے نیت شرط ہے۔

سوال: کیا تیمّم سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنی چاہیے؟

جواب: وضو کی طرح تیمّم سے پہلے بھی ''بسم اللہ'' پڑھنی چاہیے۔